جنسی بے راہ روی کے سدباب میں خاندان کا کردار و اہمیت

ROLE AND IMPORTANCE OF FAMILY IN THE PREVENTION OF SEXUAL BEHAVIOR

Amber Ghani [*], Dr. Ismail Arfi[**]

The Scholar Islamic Academic Research Journal || Web: www.siarj.com || P. ISSN: 2413-7480 || Vol. 4, No. 2 || July -December 2018 || P. 1-24

DOI: 10.29370/siarj/issue7ar1

URL: https://doi.org/10.29370/siarj/issue7ar1

License: Copyright c 2017 NC-SA 4.0

ABSTRACT:

Since his creation, man is more inclined towards peace than violence. To sustain this, he has taken possible steps in every category, either at government level, family level or individual. Islam has particularly focused the role of family in the betterment of society. Family is considered basic institution of the society, which comprises of parents, children and blood relations (mostly). Society is form by the combinations of these families which shows the association between society and family. It wouldn't be wrong to say, if family as an institution fulfills its responsibilities, society could be more peaceful and worth living place. Sexual abuses in society are tragic situation for families to live with, for that purpose initial prevention step should be taken for long term results. Families should be keener in parenting their children, as per the global trend, giving information of sexual behaviour is not that beneficial to cure the disease of harassment and rape Bonding between parents and children, belief of Allah should be imbedded in soul of children, confidence on themselves,

[*]Research Scholar, Department of Usool ud Din, University of Karachi, Lecturer Bahria college, N.O.R.E.1, Karachi, Pakistan. Email: asman-15@hotmail.com
ORID ID: https://orcid.org/0000-0001-7087-2902

[**] Assitant professor, Department of Usool ud din University of Karachi. Karachi, Pakistan. Email: drismailarfi @ gmail. Com

modesty as per the Islamic teaching should be emphasised, self-defence training and self-awareness should be part of the subject, these are the basic steps to be followed for the security and benefit of individual, family as well as society. In the above stated issue and suggestions, purpose for this research is to find the main cause of sexual abuse and rectify it from its root by fully utilizing the role of family.

Keywords: Family, Sexual Behavior, Society, Individual, Parenting

کلیدی الفاظ: خاندان، جنسی بے راہ روی، معاشرہ، انفرادیت، والدین۔

تعارف:

جب سے انسان نے اس دنیا میں آنکھ کھولی ہے وہ اپنے ارد گرد سکون واطمینان کو ہی پاتا ہے، کائنات کا نظام ہو یا اس کے اپنے نفس میں نشو ونما پاتی ہوئی تبدیلیاں ہی کیوں نہ ہو ہر جگہ نظم وامن موجود ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انسان کی بنیادی ضرورت میں سے ایک معاشرتی امن وامان اور استحکام ہے جبکہ معاشرہ افراد واداروں سے بنتا ہے۔ یوں کہنا کہ خاندان معاشرہ کی بنیادی اکائی ہے غلط نہیں ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ اس کا معاشرتی امن خاندان کی فلاح میں مضمر ہے اس لیے معاشرے کو مستحکم رکھنے کے لئے ضروری ہے کہ اس کی باگ دوڑ خاندان کو پکڑا دی جائے۔

خاندان والدین اور اولاد کے مابین انوکھا و خونی رشتہ ہے ، اس لئے اس بندھن کی اہمیت اور تعلق کو کبھی بھی فراموش نہیں کرنا چاہیے۔ اس کے عملی اقدامات میں اولاد میں عقیدہ توحید کا راسخ کرنا، شرم وحیا کی صفت پیدا کرنا، اپنی حفاظت کے لئے مختلف سرگرمیوں پر ابھارنا اور علم النفس کو بطور مضمون سمجھانا ضروری ہے۔ اسی تناظر میں ان ہی تمام نکات کا احاطہ کرنے کے لئے مقالہ ہذا ترتیب دیا گیا ہے۔

امن کے قیام کے لیے ضروری ہے کہ اولاد خود کو برائی سے روکے اور دیگر عناصر جو امن کو زائل کرنے والے ہیں ان کی روک تھام کی جائے جیسا کہ جھوٹ، لڑائی جھگڑا، بے حیائی، بے ہودگی اور پھر یہیں سے جنم لیتے بڑے و بھیانک جرائم قتل، زنا بالجبر وغیرہ شامل ہیں۔ ان میں سے ہی ایک جنسی بے راہ روی کی وباء ہے جس کی زد میں معاشرہ آچکا ہے، اس کی وجہ چاہے آزاد ابلاغ کو قرار دیا جائے یا تعلیمی نصاب کی کمزوریوں، مگر سدباب کے لئے لائحہ عمل طے کرنا لازمی ہے۔ دیگر اداروں کو مورد الزام ٹھہرانے سے قبل یہ جان لینا لازم ہے کہ اس ذمہ داری کا آغاز کہاں سے ہوتا ہے ؟ اسلامی معاشرہ میں تعلیم وتربیت اور معاشرت کی ابتداء خاندان سے ہوتی ہے ۔ اس لئے خاندان کو سمجھ لینا اس میں اصلاح کی آسانی کا سبب ہوگا جس کو اختصار سے آئندہ صفحات میں درج کیا جائے گا۔

لفظ خاندان کی وضاحت:

خاندان کے لئے قرآن حکیم میں اسرۃ، عیال اور اہل کی اصطلاحات استعمال کی گئی ہیں۔ یہ الفاظ لغوی اعتبار سے مختلف المعانی ہیں لیکن اصطلاح میں اس سے خاندان ہی مراد لیا جاتا ہے۔ لسان العرب میں اسرۃ کے معانی یہ تحریر ہیں:

"واسرة الرجل:عشيرته ورهطه الادنون لانه يتقوى بهم.الاسرة: عشيرة الرجل و اهل بيته."[1]

"اور مرد کا خاندان، یعنی اس کا خاندان اور اس کا وہی گروہ، کیونکہ یہ اس کے خاندان کے قریب ہے، مرد کا خاندان اور اس کے اہل وعیال۔"

اسی طرح عال، عائلہ ماخوذ ہے، جس کے معنی اقتصادی پہلو کے اعتبار سے افراد خانہ کے ہیں جو مرد کے محتاج ہوتے ہیں اسی مناسبت سے انہیں عائلہ کہا جاتا ہے۔ المنجد میں اس کے معانی درج ہیں کہ:

"عاله، يعله عيلا، عيولا،عيولا فى الارض چلنا پھرنا۔عال يعيل عيلا، عيلة ، عيولا، معيلا۔ محتاج ہونا، صفت عائل مونث عائلة ، اسم عيلة،عال الرجل بہت اولاد والا ہونا۔العائل ۔ محتاج ،ج ، عالة عيل ، عيلىٰ العيلان، نر بجو۔عيل الرجل۔ گھر کے افراد، ج عيائل ، عيلة الرجل و عائلة گھر کے لوگ، جن کا نان نفقہ واجب ہو، کہتے ہیں۔ امسيت اخا عيلة میں فقیر ہو گا۔"[2]

مرد وعورت سے بڑھ کر خاندان کو معاشرتی تنظیم بھی قرار دیا گیا ہے، جس میں ایک سے دو نسلیں شامل ہیں ۔ یہی وجہ ہے کہ "انسانی تمدن کی بنیاد ایک مرد اور ایک عورت کی باہمی رفاقت سے وجود میں آتی ہے۔ انہی دو انسانوں سے مل کر بننے والا چھوٹا سا اجتماعی دائرہ انسان کی تمدنی زندگی کی سب سے پہلی کڑی ہے۔ اس اجتماعی دائرے کو، انسان کی عائلی زندگی، اور اس کے لیے جو ضابطے ہوتے ہیں انہیں "عائلی نظام" کہتے ہیں"[3]

انگریزی زبان میں خاندان کے لئے family کا لفظ مستعمل ہے ، جس کے دائرہ کار کو واضح کرتے ہوئے a

---

[1]Muhammad bin mukaram ibn e manzoor afriqi, *Lisan Ul Arab*, vol. 1 (Cairo: Dar ul Marif, n.d.). 87.
[2] Louis Maloof, "Al-Munjid," *Al-Munjid* (Karachi: Dar ul Ishaat, 1960). 860.
[3]Maulana Sadar ud Din Islahi, *Islam Aik Nazar Mein*, first (Lahore: Islamic Publications Limited, 1962). 170.

Barbar رقم طراز ہیں کہ:

> "People think of 'family' as comprising a legally married couple with biologically related children.
> A family can be as small as two people. If biological and no biological extended family members are included, a family can be quite large."[4]

"لوگ 'خاندان' کو قانونی شادی شدہ جوڑے اور ان کی حیاتیاتی نسل پر مشتمل سمجھتے ہیں۔ ایک خاندان کو دو افراد جتنا مختصر ہونے کے ساتھ اگر حیاتیاتی اور غیر حیاتیاتی افراد تک وسعت دے دی جائے تو خاندان کافی بڑا ہو سکتا ہے۔"

خاندان کے لئے مستعمل مختلف الفاظ اپنے اندر پورے نظام کا مفہوم سموئے ہوئے ہیں، مرد و عورت کے باہمی تعلق کی بنیاد پر بننے والا ایسا ادارہ جس میں مرد معاشی استحکام کا ذمہ دار ہوتا ہے، یہی خونی رشتہ افزائش نسل کا سبب بنتا ہے ۔یوں خاندان معاشرے کی اکائی کی صورت میں ابھر کر سامنے آتا ہے۔

خاندان کا ارتقاء:

لفظ خاندان کے تعارف سے خاندان کا ارتقاء واضح ہے یعنی ارتقائی منازل میں خاندان کا وجود دو اصناف پر منحصر ہے، مرد اور عورت، اور ان کے باہمی تعلق سے خاندان کی ابتداء ہوتی ہے۔ یہی تعلق انسانی زندگی کے کاروان کو آگے بڑھاتا ہے۔ میاں بیوی کا تعلق اولاد کی نعمت کے ساتھ والدین کے روپ میں بدل جاتا ہے۔ بچوں کی تعلیم و تربیت اور پھر ان کا ازدواجی رشتے میں بندھ جانا، دو خاندانوں میں ملاپ کا باعث ہوتا ہے، اس طرح کنبے اور قبیلے وجود میں آتے ہیں۔ خون کے رشتے پھیلتے ہیں اور یہ وحدت پھیل کر معاشرہ بن جاتی ہے۔ انسانی زندگی کی ارتقائی کڑیاں یونہی بنتی سنورتی چلی جاتی ہیں۔

خاندان اور معاشرے کا وجود ایک ہی سلسلے کی کڑیاں ہیں۔ زمانے پر زمانے گزرتے رہیں یا صدیوں پر صدیاں "کوئی زمانہ ایسا نہیں پایا جاتا جب انسان اجتماعیت سے یکسر بے نیاز رہا ہو، چنانچہ تاریخ کے دھندلے گوشوں میں بھی اس کے آثار ناپید نہیں۔ جب "تمدن" کی داغ بیل بھی نہیں پڑی تھی، جب انسان غاروں کے باہر بھی نہیں آسکا تھا،

[4] Barbara A. Riggs, *Marriage and Family, a Christian Perspective* (Indiana: Triangle Publishing, n.d.). 08.

جب اس نے غلے اگانے اور کپڑے بنانے کی بات بھی نہ سوچی تھی، جب درختوں کے سائے اور پھل پتے ہی اس کے لیے مدارِ حیات تھے، اس وقت بھی وہ خاندانوں کی شکل میں مل جل کر رہتا تھا، اور اس اجتماعیت کو وہ اپنا گہوارہ زندگی سمجھتا تھا۔ پھر جوں جوں اس کا ذوقِ تمدن ابھرتا گیا، اور وسیع تر اجتماعیت کی رکاوٹیں چھٹتی گئیں، اس کی اجتماعیت پسندی پر بھی جلا آتی گئی۔ خاندانی اکائیاں قبائلی وحدت میں، اور پھر قبائلی وحدتیں قومی اجتماعیت میں تبدیل ہوتی گئیں، اور اب یہ قوی اجتماعیتیں ایک عائلی اجتماعی ادارے، بلکہ ایک بین الانسانی کنبے میں تحلیل ہو جانے کے لیے تیار ہو رہی ہیں۔"5

خاندان صرف سماج کا ادارہ ہی نہیں بلکہ تاریخی اعتبار سے ریاست کے قیام تک کا سفر خاندان سے ہی شروع ہوتا ہے۔ یہ ارتقاء تاریخ کا بنیادی حصہ رہا ہے جس کو ہمیشہ ایک اہم نگاہ سے دیکھا جاتا رہا ہے۔ جس میں صرف فرد سے خاندان، خاندان سے قبائل، قبائل سے ریاست تک کی تنظیم شامل ہے۔ کیونکہ خاندان دراصل نہ صرف معاشرے کے ارتقاء میں معاون ہے بلکہ بحیثیت ایک ادارہ کے اس کی اپنی تنظیم مختلف صورتوں میں ہی کیوں نہ ہو موجود رہی ہو۔ اندرونی خاندانی نظام، خاندان کے وجود سے لے کر اس میں شامل افراد میں ذمہ داریوں کی تقسیم پر مشتمل ہوتا ہے جبکہ اس خاندان کی بدولت مخصوص عہد یا معاشرہ وجود میں آتا ہے جو خاندان سے ریاست تک کے اس مختصر سفر کے علاوہ ایک اور اہم پہلو کی نشاندہی کرتا ہے، جس میں خاندان ہی معاشرت کے تبدل کا بنیادی عنصر معلوم ہوتا ہے۔ اسی اعتبار سے خاندان مختلف اشکالات کی صورت میں تاریخ میں نمودار ہوتا رہا ہے۔

اشکال خاندان:

خاندان ہر زمانے میں مختلف اشکال میں پروان چڑھا ہے اور اس کی جامع تاریخ بھی ہے۔ اسی تاریخی ارتقاء کو مدنظر رکھتے ہوئے خاندان کی مختلف اشکال واضح کرنے کی کوشش کی جائے گی جو کچھ یوں ہے۔

سگوتر یا یک جدی خاندان:

تاریخی اعتبار سے خاندان کی ابتداء گروہ دار شادیوں سے ہوئی۔ جس میں نسلوں پر نسلیں ازدواجی رشتوں میں جڑتی چلی گئیں ہیں۔ فریڈرک خاندان کی اس شکل کی تعریف کرتے ہوئے رقم طراز ہے کہ:

‘1. The Consanguine Family, The First Stage of the Family

Here the marriage groups are separated

[5]Maulana Sadar ud Din Islahi, *Islam Aur Ijtamaiyat*, First (Lahore: Islamic Publications Pvt. Limited, 2011). 09

according to generations: all the grandfathers and grandmothers within the limits of the family are all husbands and wives of one another; so are also their children, the fathers and mothers; the latter's children will form a third circle of common husbands and wives; and their children, the great-grandchildren of the first group, will form a fourth. In this form of marriage, therefore, only ancestors and progeny, and parents and children, are excluded from the rights and duties (as we should say) of marriage with one another.'[6]

"یہ خاندان کی پہلی منزل ہے، یہاں شادی پیڑھیوں کے مطابق گروہوں میں ہوتی ہے، خاندان کے دائرے کے اندر بھی دادا اور دادیاں ایک دوسرے کے شوہر اور بیوی ہوتے ہیں، ان کے بچوں کی یعنی ماؤں اور باپوں کی بھی یہی حیثیت ہوتی ہے، اور ان کے بچوں سے پھر مشترک شوہروں اور بیویوں کا ایک تیسرا دائرہ تیار ہو جاتا ہے، ان کے بچے یعنی پہلی پیڑھی کے پڑ پوتے اور پڑپوتیاں، چوتھے دائرے کے شوہر اور بیویاں بن جاتے ہیں۔ اس طرح خاندان کی اس شکل میں صرف سلف و خلف، ماں باپ اور ان کے بچے (ہماری آج کل کی زبان میں) ایک دوسرے کے ساتھ شادی کے حقوق اور ذمہ داریاں نہیں قبول کر سکتے۔"

خاندان کی اس ابتدائی صورت کے خیالات مبہم ہیں۔ بنیادی خاکہ کے سوا اس نظام کے متعلق کہنا کافی دشوار ہے۔ اس کے نشانات اس قدر ناپید ہیں کہ اس کے وجود پر بھی شک ہوتا ہے۔ "لیکن ہوائی میں سگوتری یا ہم خاندانی کا جو نظم ملتا ہے، اور جو آج بھی پولینیزیا کے سب ہی جزیروں میں پھیلا ہوا ہے، وہ ہمیں اس نتیجے پر مجبور کر دیتا ہے کہ خاندان کی یہ شکل کسی زمانے میں ضرور رہی ہوگی"[7]

پونالوان خاندان:

[6] Friedrich Engels, *Origin of the Family, Private Property, and the State* (Hottingen-Zurich, 1884). 20.
[7] Friedrich Engels. *21*

یک جدی خاندان کی اگلی ارتقائی شکل کو پونالوان کا نام دیا گیا ہے۔ خاندان کے وسیع دائرے بھی وقت کے ساتھ کسی نہ کسی حد پر جا کر ٹھہر جانے سے اس نظام کا ظہور ہوا، جو آئندہ آنے والے گروہ دار خاندان کے لیے بنیاد فراہم کرتا ہے۔ یک جدی خاندان میں جہاں جنسی تعلقات میں آزادی کا عنصر محسوس ہوتا ہے وہیں پونالوان خاندان میں اس کی تحدید سامنے آتی ہے۔ فریڈرک اس ضمن میں رقم طراز ہے کہ:

'After a few generations at most, every original family was bound to split up. The practice of living together in a primitive communistic household, which prevailed without exception till late in the middle stage of barbarism, set a limit, varying with the conditions but fairly definite in each locality, to the maximum size of the family community. As soon as the conception arose that sexual intercourse between children of the same mother was wrong, it was bound to exert its influence when the old households split up and new ones were founded (though these did not necessarily coincide with the family group). One or more lines of sisters would form the nucleus of the one household and their own brothers the nucleus of the other. It must have been in some such manner as this that the form which Morgan calls the **punaluan** family originated out of the consanguine family'[8]

"ہر قدیم خاندان حد سے حد پشتوں کے بعد بٹ جاتا تھا۔ بربریت کے درمیانی دور کے آخری حصے تک بھی، ہر جگہ بلا استثنیٰ قدیم کمیونسٹی مشترک گھرانے میں رہنے کا رواج تھا۔ اور اس کی وجہ سے خاندانی برادری کی ایک آخری حد متعین ہو جاتی تھی کہ وہ

[8] Friedrich Engels. *22*

زیادہ سے زیادہ بڑی ہو سکتی ہے۔ اس میں حالات کے مطابق ردو بدل ہو سکتا تھا لیکن ہر جگہ یہ بات بڑی حد تک متعین ہوتی تھی، جب ایک ماں کی اولاد میں جنسی تعلق معیوب سمجھا جانے لگا تو لازمی تھا کہ پرانی خاندانی برادریوں کی تقسیم پر اور نئے خاندانی برادری کی بنیاد پر اس نئے تصور کا اثر پڑے (یہ کوئی ضروری نہیں کہ یہ خاندانی برادری اور خاندانی گروہ ایک ہی چیز ہو) بہنوں کا ایک یا ایک سے زیادہ گروہ ایک گھرانے کے بنیادی مرکز بن جاتے تھے اور ان کے سگے بھائی دوسرے گھرانے کے ، اس طریقے سے یا اس سے ملتے جلتے کسی اور طریقے سے، سگوتری یعنی یک جدی خاندان ترقی کرکے خاندان کی وہ شکل بنی جس کو مارگن پونالوان خاندان کہتا ہے"

جنسی تعلق کے وسیع معنوں میں اب سگے بہن اور بھائیوں کے رشتے کو دور رکھا جانے لگا جو خاندان کے ارتقاء میں اہم کڑی شمار ہوتا ہے۔ کیوں کہ "اس کی نمایاں خصوصیت یہ تھی کہ خاندان کے ایک مخصوص دائرے کے اندر سب ہی شوہر اور سب ہی بیویاں مشترک ہوتی تھیں لیکن بیویوں کے بھائی، ابتدا میں سگے بھائی اور آگے چل کر ہم جدی بھائی بھی اس دائرے سے الگ رکھے جاتے تھے۔ اور اسی طرح دوسری طرف شوہروں کی بہنیں بھی اس دائرے سے الگ رکھی جاتی تھیں۔"[9]

گروہ دار خاندان:

گو کہ جنسی تعلقات میں کافی تحدید کرتے ہوئے سگے بہن، بھائیوں کو اس سے دور رکھا جانے لگا لیکن پھر بھی اس خاندانی شکل میں ماں، باپ کے رشتے میں امتیاز رکھنا کافی دشوار تھا۔ وہ اس طرح کہ ایک عورت کئی مردوں کے ساتھ سلسلہ ازدواج میں منسلک رہتی تھی۔ خاندان کی اس شکل کی وضاحت سے متعلق فریڈرک تحریر کرتا ہے کہ:

'In all forms of **group family,** it is ;uncertain who the father of a child is but it is certain who its mother is. Though she calls all the children of the

[9] Friedrich Engels. 22.

children and has a whole family her mother's duties towards them, she nevertheless knows her own children the others. It is therefore clear from that in so far as group marriage proved prevails, descent can only be on the mother's side and that therefore only the female line is recognized. And fact the case among all this is in peoples in the period of savagery or in the lower stage of barbarism.'[10]

"گروہ دار خاندان کی سب ہی شکلوں میں جہاں یہ بات یقین کے ساتھ کہی جاسکتی ہے کہ بچے کون ہیں؟ وہاں کہیں بھی اس کا یقین نہیں ہوتا کہ اس کا باپ کون ہے؟ اگرچہ عورت اپنے پورے خاندان کے سب ہی بچوں کو اپنا کہتی ہے اور سب کے ساتھ ماں کا سابر تاؤ کرتی ہے، پھر بھی وہ جانتی ہے کہ کون اس کے اپنے بطن سے ہے؟ اور کون نہیں؟ اس لئے ظاہر ہے کہ جہاں گروہ دار شادیوں کا رواج ہوتا ہے وہاں صرف ماں کی اولاد کا پتہ چلتا ہے۔ کیونکہ نسل صرف ماں سے چلتی ہے، سب ہی وحشی قوموں اور ان قوموں میں بھی جو بربریت کے ابتدائی دور ہیں اس میں یہ بات پائی جاتی ہے۔"

گروہ دار خاندان کی اس نظام میں عورت کو بنیادی واہم مقام حاصل رہا ہے یہاں تک کہ "ماں کا اثر اور عمل دخل غیر معمولی طور پر دکھائی دیتا ہے۔ کیونکہ کسی خاص فرد سے کسی عورت کا جنسی تعلق قائم نہیں تھا بلکہ جنسی تعلق کو ایک فطری تقاضا تصور کرتے ہوئے عورت کسی بھی مرد سے اپنی جنسی ضرورت پوری کر سکتی تھی۔ اس لحاظ سے تمدنی دور کی ابتداء میں عورت مرد پر حاوی دکھائی دیتی ہے اور اسی کی حکمرانی سماج میں نظر آتی ہے۔"[11] یہاں تک کہ حسب نسب کو بھی ماں سے جوڑا جاتا ہے، جس کی وجہ یقیناً کثیر شوہری ہی رہی ہوگی۔

[10]Friedrich Engels. 23.

[11]Muslah ud din Siddiqui, *Samajiyaat* (Hyderabad Dakkan: Central Publisher, 1953). 201

جوڑا خاندان:

جوڑا خاندان گروہ دار خاندان کی ارتقائی شکل ہے، اس گروہ دار صورت میں کثیر بیوی کا رواج تھا، جس میں شوہر کی ایک بیوی اس کی چہیتی ہوتی ہے، یہی چاہت اسے گروہ دار سے جوڑا خاندان کی طرف لے جاتی ہے۔ جیسا کہ فریڈرک بیان کرتا ہے کہ:

> ‘A certain amount of **pairing**, for a longer or shorter period, already occurred in group marriage or even earlier; the man had a chief wife among his many wives (one can hardly yet speak of a favorite wife), and for her he was the most important among her husbands.’[12]
>
> ”کم یا زیادہ عرصے کے لئے جوڑا بنا کر رہنے کا رواج گروہ دار شادی کے دنوں میں ہی یا اس سے کچھ پہلے شروع ہو چکا تھا۔ مرد کی کئی کئی بیویاں ہوتی تھیں جن میں ایک خاص بیوی ہوتی تھی(جس کو سب سے چہیتی بیوی کہنا دشوار ہو گا)اور عورت کے متعدد شوہروں میں وہ اس کا خاص شوہر ہوتا تھا۔“

خاندان کے اس نظام میں بنیادی فرق مرد کی ذمہ داریوں کا بڑھ جانا ہے جیسا کہ ”ناگہانی آفتوں اور فطری حادثوں کے مقابلہ نے اور معاشی وسائل کی تلاش کی سختیوں نے مرد کے سماجی مقام کو عورتوں کے سماجی مقام کے مقابلہ میں کہیں زیادہ بڑھا دیا۔ اس کے علاوہ تمدنی نشوونما کے دوران میں مرد نے اپنے آپ کو طرح طرح کی معاشی جدوجہد میں مصروف رکھا جس کی وجہ سے عورت پر اس کی ہمت اور مردانگی کے جوہر واضح ہوتے رہے۔ چنانچہ مرد شکار کرتا، مچھلیاں پکڑتا، پھل جمع کرتا، اپنے گروہ کی حفاظت کے لئے لڑائی میں مصروف رہتا اور اپنے گروہ کی سکونت کے لئے نئے علاقے حاصل کرتا تھا۔“[13] مرد کی اس حیثیت کی وجہ سے ” جوڑا بیاہ سے خاندان میں ایک نئے عنصر کا اضافہ ہو گیا تھا۔ سگی ماں کے ساتھ ساتھ اب ایک مستند سگا باپ بھی موجود تھا جو آج کل کے کتنے ہی 'باپوں' سے مستند تھا۔ خاندان کے اندر اس زمانے میں جو تقسیم رائج ہو چکی تھی، اس کے مطابق غذا حاصل کرنا اور اس کے لئے ضروری

[12] Friedrich Engels, *Origin of the Family, Private Property, and the State*.
[13] Siddiqui, *Samajiyaat*. 202.

اوزار تیار کرنا مرد کا کام تھا۔ اور اس لئے ان پر ملکیت بھی مرد کی تھی"[14]

مرد کی بڑھتی ہوئی اس حیثیت و ذمہ داریوں نے مادری سے پدری خاندان کا روپ اختیار کر لیا۔ جہاں مرد کی حاکمیت پروان چڑھی وہیں عورت کی حیثیت تنزل کا شکار ہونے لگی۔ جس نے عالمگیر نتائج مرتب کیے۔ کبھی عورت خاندان کی عزت و مرکز تھی اور اب وہ تذلیل کے آخری مقام تک پہنچا دی گئی تھی۔ فریڈرک اس المیہ کی ترجمانی کرتے ہوئے کہتا ہے کہ:

> 'The overthrow of mother-right was the world historical defeat of the female sex. The man took command in the home also; the woman was degraded and reduced to servitude, she became the slave of his lust and a mere instrument for the production of children. This degraded position of the woman, especially conspicuous among the Greeks of the heroic and still more of the classical age, has gradually been palliated and glozed over, and sometimes clothed in a milder form; in no sense has it been abolished.'[15]

> "مادری حق کا خاتمہ عورتوں کی ایک عالمگیر تاریخی شکست تھی۔ مرد نے گھر کے اندر بھی باگ دوڑ اپنے ہاتھوں میں سنبھال لی۔ عورت اپنے رتبے سے گر گئی، اس کے ہاتھ پیر باندھ دیئے گئے، اسے مرد کی شہوت کا غلام بنالیا گیا اور محض بچے پیدا کرنے کا ایک ذریعہ سمجھ لیا گیا۔ عورت کا یہ گرا ہوا مرتبہ سورمائی عہد کے اور اس سے بھی زیادہ کلاسیکی عہد کے یونانیوں میں خاص طور سے دیکھنے میں آتا ہے۔ رفتہ رفتہ اسے طرح طرح کے خوش نما پردوں سے ڈھانک کر اور سجا کر اور ایک حد تک اس کی سختی کو

[14] Friedrich Engels, *Origin of the Family, Private Property, and the State*. 25.

[15] Riggs, *Marriage and Family, a Christian Perspective*. 30-31.

کم کر کے پیش کیا گیا لیکن اسے مٹایا کبھی نہیں گیا۔"

یک زوجگی خاندان:

آخری ارتقائی شکل خاندان کی یک زوجگی ہے، جس میں ایک مرد، ایک ہی عورت سے منسوب ہوتا ہے۔ مرد کی حاکمیت معاش کے سبب قائم ہوتی ہے یوں "یک زوجگی کی بنیاد مرد کی فوقیت پر ہے۔ اس کا اعلانیہ مقصد ایسے بچے پیدا کرنا ہے جن کی ولدیت کے بارے میں کوئی شبہ نہ ہو۔ اس کی ضرورت اس لئے ہوتی ہے کہ وقت آنے پر بچے کے اصلی وارث کی حیثیت سے اس کی دولت کا ترکہ پائیں۔ یک زوجگی اور جوڑا بیاہ میں فرق ہے۔ یک زوجگی میں شادی کا رشتہ کہیں زیادہ مضبوط ہوتا ہے اور فریقین میں سے کوئی بھی جب چاہے اس کو توڑ نہیں سکتا۔ عام طور سے اب صرف مرد ہی کو یہ رشتہ منقطع کرنے اور بیوی کو چھوڑنے کا اختیار ہوتا ہے۔"[16]

جہاں اس صورت نے باپ کی وراثت کو محفوظ کیا وہیں ایک لامتناہی اختلاف تاریخ میں ابھرتا ہے۔ جو کہ "تاریخ میں پہلا طبقاتی اختلاف یک زوجگی کے نظام کے اندر مردوں اور عورتوں کے اختلاف کے ابھرنے کے ساتھ ساتھ نمودار ہوتا ہے۔ اور پہلا طبقاتی ظلم عورتوں پر مردوں کے ظلم کے ساتھ ساتھ ہوتا ہے۔ یک زوجگی کا نظام تاریخی حیثیت سے ترقی کا ایک بڑا اقدم تھا لیکن اسی کے ساتھ وہ ایک ایسا قدم تھا جس نے غلامی اور انفرادی دولت کے ساتھ اس دور کا آغاز کیا جو آج تک قائم ہے اور جس میں ہر قدم جو اٹھتا ہے وہ ایک اعتبار سے پیچھے بھی لے جاتا ہے، جس میں ایک گروہ کی خوش حالی اور ترقی دوسرے گروہ پر مصیبت اور ظلم ڈھا کر حاصل کی جاتی ہے۔"[17] الغرض خاندان چاہے گروہی صورت سے ارتقاء پذیر ہوتا ہوا یک زوجگی کی شکل تک پہنچا ہو، اس کی بنیاد مرد اور عورت کی اصناف پر ہی رہی ہے۔

خاندان کی معاشرتی اہمیت:

خاندان اس لئے اہم ہے کیوں کہ اسکی وجہ سے تمام ادارے وجود میں آتے ہیں اور معاشرہ قائم ہوتا ہے، گویا کہ خاندان کے تربیت شدہ افراد ہی معاشرے میں سرایت کر کے اس کی کارکردگی کو بہتر یا بدتر بناتے ہیں۔ خاندان کی اس اہمیت کے پیش نظر یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ اس کی حیثیت انسانی جسم میں دل کی مانند ہے۔ اسی بات کو محمد اقبال چودھری یوں بیان کرتے ہیں کہ:

'Family is the fundamental and basic

[16] Friedrich Engels, *Origin of the Family, Private Property, and the State.*, 33.

[17] Friedrich Engels. 35.

social institutions of society. It would not be unnecessary to mention here that the family is the pivot of social structure and it enjoys the same place in society as the heart in the human body.'[18]

"خاندان ،معاشرہ کے معاشرتی اداروں میں بنیادی حیثیت رکھتاہے۔ یہاں اس امر کی نشاندہی بے جا نہ ہوگی کہ خاندان معاشرتی ڈھانچہ کا محور اور وہی مقام رکھتاہے جو انسانی جسم میں دل کا ہے۔"

جیسے دل جسم کے تمام اعضاء کو خون کی ترسیل کرتا ہے ویسے ہی خاندان معاشرے میں اچھے افراد کی نشو و نما کا سبب ہے۔ جس کے لیے اس کا صحت مند ہونا معاشرتی صحت کے لیے ضروری ہے۔ اس لیے خاندان بھی اپنے آپ میں مستقل ادارہ ہے، جس میں ہر فرد دوسرے کے تعاون کا محتاج ہے، اسی معاونت پر خاندان کے استحکام کا انحصار ہے، اندرونی انتشار کا شکار خاندان معاشرے کے لیے نقصان دہ ہے۔ یہی تمام امور خاندان کی ضرورت و اہمیت کو واضح کرتے ہیں ۔ چاہے وہ صحت مند فرد کی ضرورت ہو یا ترقی یافتہ معاشرہ، دونو ں میں کردار خاندان ہی ادا کرتا ہے۔ ڈاکٹر عبدالکریم زیدان اسی امر کو ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں کہ:

"الاسرة هی اساس کیان المجتمع؛ لان من مجموعها یتکون المجتمع فهی بالنسبة له کالخلیة لبدن الانسان ، ویترتب علی ذلک ان الاسرة اذا صلحت صلح المجتمع و اذا فسدت فسد المجتمع۔"[19]

"خاندان معاشرے کی عمارت کی پہلی اینٹ ہے، اس لیے خاندانوں ہی کے مجموعے سے معاشرہ وجود میں آتا ہے۔ خاندان معاشرے کے لیے ایسا ہے جیسا انسان کے جسم میں خلیہ، اس سے نتیجہ نکلتا ہے کہ اگر خاندان صالح ہو تو معاشرہ بھی اچھا ہو گا۔ اور اگر خاندان فاسد ہو تو معاشرہ بھی فاسد ہو گا"

چوں کہ اجتماعیت کے ناگزیر ہونے کا اک اہم سبب جان و مال کی حفاظت ہے۔ جس میں "افراد خاندان کے درمیان ایک دوسرے کی حفاظت اور صیانت کا جذبہ پایا جاتا ہے۔ قدیم زمانہ میں کسی شخص کی جان، مال اور عزت و ناموس پر

---

[18] M. Iqbal Chaudry, *Sociology* (Lahore: Aziz Publisher, 1982),P 61.
[19] Dr. Abdul Karim Zaydan, *Usool Ud Dawah* (Beruit: Moussaah al Rissalah Nasheroon, 2011). 108.

حملہ ہو تو پورا خاندان اسے اپنے اوپر حملہ تصور کرتا اور ظالم سے انتقام کو اپنا فرض سمجھتا تھا۔ یہ بات بڑی ہی بے غیرتی کی خیال کی جاتی تھی کہ کسی پر حملہ ہو اور اس کا خاندان خاموش تماشائی بنا رہے اور دفاع نہ کرے۔"[20]

خاندان کی اسی ضرورت نے معاشرے کو امن و سکون کا گہوارہ بنانے کے ساتھ خاندان کی مرکزیت کو بھی واضح کیا ہے، ابن خلدون اس نظریہ کو عصبیت کے زمرے میں بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

"واما احیاء الہ البد وفیزع بعضہم عن بعض مشایخم وکبراؤھم بما و قرفی نفوس الکافۃ لھم من الوقار والتجلۃ و اما حللھم فانما یذودعنہا من خارج حامیۃ الحی من انجادھم و فتیلنہم المعروفین بالشجاعۃ فیہم ولایصدق دفاعھم وذیادھم الااذا کانوا عصبیۃ واھل نسب واحدلانہم بذلک تشتدثوکتہم ویخشی جانبہم اذنغرۃ کل احد علی نسبہ وعصبیۃ اھم۔"[21]

"حال سنئے کہ دیہات میں نہ حاکم ہے نہ فصیل و شہر پناہ اور نہ ہی فوج و لشکر۔ ان میں تو ان کے بڑے بوڑھے اپنے اس وقار وعزیمت کے بل بوتے پر جو لوگوں کے دلوں میں ان کی طرف سے قائم ہے، ایک کو دوسرے پر ظلم کرنے سے بچاتے ہیں۔ اور جب کسی گھرانے پر کوئی ظلم کرتا ہے تو خود اسی گھرانے کے بہادر وکھیایا اس کے اور قرابت دار قبیلہ کے شریک حال ہو کر حفاظت کرتے ہیں اور ظلم کو ٹالتے ہیں۔ اور یہ صورت اسی وقت ممکن ہے کہ وہ گھرانہ عصبیت رکھتا ہو اور سب ایک نسل کے ہوں تاکہ قبیلہ کی ایک شان و شوکت ہو۔ اور لوگ ان سے الجھتے ہوئے کانپیں اور ڈریں۔ کیونکہ ہر شخص اپنے خاندان اور اپنوں ہی پر مٹتا اور جان دیتا ہے۔"

معاشرتی سفر میں خاندان کا استحکام ہی طمانیت و ترقی کا ضامن ہے کیونکہ اس سفر میں "خاندان ہی وہ ادارہ ہے جو فرد کو اپنے فرائض کا احساس دلاتا ہے اور اسے فرق مراتب کا شعور بخشتا ہے۔ اگر خاندان کا استحکام ختم ہو جائے تو انسانی

[20] Syed Jalaludin Umri, "Khandan, Tareekh, Zarorat o Ahmiyat," *Tahqeqat e Islami Aligarh*, no. 2006 (July-September). 07.
[21] Abdul Rehman Ibn e Khuldun, *Kitab Al Ebar Wa Dewaan Al Mubtadah Wa Al Khabaar*, vol. 1 (Hyderabad Dakkan: Kutab Khana Siddiqiya, 1685). 107-108.

طرز عمل، معاشرتی فرائض کا شعور اور افراد معاشرہ کے مراتب کا تعین سب کچھ ختم ہو جائے۔ ان قدروں کا فقدان معاشرتی بحران پر منتج ہوتا ہے جسے قومی ہلاکت سے تعبیر کیا جاسکتا ہے۔"[22]

گویا کہ خاندان چاہے کسی بھی مذہب و تہذیب سے تعلق کیوں نہ رکھتا ہو معاشرے کے لئے انتہائی اہم ہے، اس کی اسی ضرورت کے تحت اسلام نے بھی خصوصی توجہ کرتے ہوئے اس کی بنیاد سے لے کر انتہا تک مکمل تعلیمات سے نوازا ہے، رشتہ ازدواج ہو یا والدین و اولاد کا تعلق، رشتہ داریوں کا نبھانا ہو یا طلاق سے بندھن کے توڑنے کی نوبت آپہنچے ہر ہر قدم پر رہنمائی موجود ہے۔

- اسلام میں خاندان کی بنیاد نکاح کے عقد سے ہے۔ جہاں نکاح خاندان کے آغاز کی پہلی کڑی کی حیثیت رکھتا ہے وہیں اس کے مقاصد میں خاندان کو معاشرے کا پر امن ادارہ بنانا بھی ہے۔ خاندان کا مقصود نظام اسلام میں صرف مرد و عورت کو ہمیشہ کے لیے ایک رسی سے باندھنا نہیں بلکہ اسے ایک لڑی میں پرونا ہے جس میں موتی ڈھل کر خوبصورت ہار بنتے ہیں نہ کہ زنجیر، جس سے روح و جسم زخمی ہوتے ہو۔ جہاں اس نازک بندھن کو ابتداء میں اختیار کرنے کے لئے کفو کا حکم نبی کریم ﷺ نے دیا وہیں اس بندھن کے بوجھ بن جانے پر اس سے آزادی حاصل کرنے کی راہ کھلی رکھی گئی ہے، جس سے معاشرے میں امن و امان کو قائم رکھنا مقصود ہے، ذہنی بیمار افراد بنانا نہیں۔ طلاق گو کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے ناپسندیدہ عمل قرار دیا ہے مگر ساتھ رہ کر مزید پیچیدگیوں سے بہتر ہے کہ الگ ہو جایا جائے جیسا کہ ابوالکلام آزاد مقصد نکاح میں واضح کرتے ہوئے رقم طراز ہیں کہ:

> " دونوں کے ملاپ سے ایک کامل اور خوش حال ازدواجی زندگی پیدا ہو جائے۔ ایسی زندگی جب ہی پیدا ہو سکتی ہے کہ آپس میں محبت و سازگاری ہو اور "حدود اللہ" یعنی خدا کے ٹھہرائے واجبات و حقوق ادا کیے جائیں پس اگر کسی وجہ سے ایسا نہیں ہے، تو نکاح کا مقصود حقیقی فوت ہو گیا اور ضروری ہو گیا کہ دونوں فریقوں کے لیے تبدیلی کا دروازہ کھول دیا جائے۔ اگر مقصود نکاح کے فوت ہو جانے پر بھی علیحدگی کا دروازہ نہ کھولا جاتا، تو یہ انسان کے آزادانہ حق انتخاب کے خلاف ایک ظالمانہ رکاوٹ ہوتی اور ازدواجی زندگی کی سعادت سے سوسائٹی کو محروم کر دینا ہوتا۔"[23]

---

[22]Dr. Khalid Alvi, *Islam Ka Moasharati Nizam* (Lahore: Al-Faisal Nasharan, 2009). 152.

[23]Abu ul Kalam Azad, *Tarjuman Ul Quran*, vol. 1 (Lahore: Islami Academy, n.d.). 324.

- زوجین کے تعلق کے بعد بنیادی واہم رشتہ والدین اور اولاد کا جنم لینا ہے۔چوں کہ والدین وہ معتبر و معروف ہستیاں ہیں جو اولاد کو نہ صرف اس جہاں میں لانے کا سبب ہیں بلکہ ان کی بدولت ہی اولاد زندگی جینے کا رنگ ڈھنگ سیکھتی ہے۔ان کے اس احسان کا تقاضا یہی ہے کہ ان کی خدمت و دل جوئی کی جائے اور ادب واحترام کیا جائے۔والدین کا مقام و مرتبہ خدا اور رسول ﷺ کے بعد سب سے بڑا ہے، اس لئے ان کا ادب واحترام بھی تمام لوگوں سے زیادہ ہے۔ قرآن حکیم نے اسی ترتیب مدارج کے اعتبار سے ارشاد فرمایا ہے کہ:

”وَقَضَىٰ رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًاإِمَّا يَبْلُغَنَّ عِندَكَ الْكِبَرَ أَحَدُهُمَا أَوْ كِلَاهُمَا فَلَا تَقُل لَّهُمَا أُفٍّ وَلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُل لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيمًا. وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُل رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرًا“[24]

ترجمہ:”اور تمہارے پروردگار نے ارشاد فرمایا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرتے رہو۔اگر ان میں سے ایک یا دونوں تمہارے سامنے بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو اُن کو اُف تک نہ کہنا اور نہ انہیں جھڑکنا اور اُن سے بات ادب کے ساتھ کرنا۔ اور عجز و نیاز سے ان کے آگے جھکے رہو اور ان کے حق میں دعا کرو کہ اے پروردگار جیسا انہوں نے مجھے بچپن میں (شفقت سے) پرورش کیا ہے تو بھی اُن (کے حال) پر رحمت فرما۔“[25]

اس ارشاد باری تعالیٰ میں انسان کی احتیاج کے دو اہم ادوار کا ذکر بہت ہی خوبصورتی کے ساتھ کیا گیا ہے۔ اول دور جب وہ بچہ ہوتا ہے، اپنی تمام تر ضروریات میں والدین کا محتاج ہوتا ہے۔ دوسرا دور جب وہ بڑھاپے کو پہنچ جاتا ہے، اس وقت بھی اعصاب کی کمزوری کی وجہ سے اس میں وہ توانائی نہیں رہتی اور احتیاج کے لگ بھگ اسی مرحلے میں داخل ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس دورانیے کے آغاز اور انتہا دونوں کو بیان کرتے ہوئے والدین کے حقوق کا ذکر فرما کر اولاد کی کامیابی و کامرانی کو والدین کی رضا سے وابستہ فرما دیا۔ وہیں اولاد والدین کی بوئی ہوئی فصل ہے جسے وہ آخرت میں کاٹیں گے، یعنی جس قدر والدین اپنی اولاد کے حوالے سے ذمہ دار، باشعور، بامقصد ہوں گے اسی قدر معاشرے کو مہذب افراد حاصل ہوں گے اور آخرت کے مراحل آسان ہوں گے۔ ازدواجی زندگی اور والدین کے اسی کردار پر روشنی ڈالتے ہوئے محمد مظہر الدین صدیقی رقم طراز ہیں کہ:

[24] Al-Quran 17:24-23
[25]Fatih Muhammad Jalandhry, *Urdu Translation Quran e Kareem* (Lahore: Taj Company, n.d.). 172.

"ازدواجی زندگی اور اولاد کی تعلیم وتربیت کے بغیر انسانی شخصیت کا نشوونما
نہیں ہو سکتا اور تہذیب وتمدن نیز اخلاق ومذہب کی روایات کو ایک نسل
سے دوسری نسل پر منتقل نہیں کیا جا سکتا۔"[26]

- رشتہ ازدواج کے ثمرات میں سے ایک اولاد کی نعمت ہے۔ اولاد کے آنے سے اس خاندان کے نظام میں استحکام کے ساتھ ہی بنیادی عنصر کا اضافہ ہوتا ہے جس کی دیکھ بھال، تربیت، نشوونما کی ذمہ داری والدین پر ہوتی ہے۔ اس کی تربیت و تعلیم کے لیے بھی اسلام مثبت رویہ رکھتا ہے۔ اولاد کو بہترین نام دینا، مدت متعین تک دودھ پلانا، تعلیم کے لیے ہر طرح کے مواقع دینا، نکاح کی عمر میں ان کے لیے بہترین زوج کا انتخاب کرنا ،معاشرے کے لئے کارآمد فرد بنانااور نہ صرف معاشرے بلکہ آخرت کے لیے نیک اولاد کو صدقہ جاریہ قرار دیا گیاہے یعنی اولاد وہ سرمایہ حیات ہے جس کا منافع آخرت میں ضرور ملتاہے۔ قرآن حکیم نے اولاد کی تربیت کے لیے واضح ارشاد فرمادیا کہ:

"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ"[27]
"مومنو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل عیال کو آتش (جہنم) سے بچاؤ جس کا
ایندھن آدمی اور پتھر ہیں"

اہل وعیال کو دوزخ کی آگ سے اسی وقت بچایا جا سکتا ہے جب ان کی تربیت اعلیٰ خطوط پر کی جائے۔"غلط فہمی یہ ہے کہ اولاد کی تعلیم کو تربیت سمجھ لیا گیا ہے۔ حالانکہ تربیت اور تعلیم میں بڑا فرق ہے۔ تربیت میں تعلیم خود بخود شامل ہے، لیکن تعلیم میں تربیت نہیں۔ تعلیم،تربیت کا ایک حصہ ہے۔ اسلام نے ماں باپ پر اولاد کی تربیت فرض کی ہے ۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کے اخلاق وعادات سنوارے جائیں،ان میں انسانیت کا شعور پیدا کیا جائے، ان میں نیک وبد کی تمیز پیدا کی جائے، دین سے محبت،خوف خدا، رسول کی اطاعت کا جذبہ اور اندیشہ آخرت پیدا کیا جائے۔ تاکہ ان سے نیکیوں کا صدور خود بخود ہونے لگے۔"[28] کیونکہ یہی نیک وصالح اولاد معاشرے میں امن کے قیام کا سبب ہوتی ہے اوریوں فرد کا معاشرے سے تعلق بھی نکھر کر سامنے آتا ہے۔

جب فرد کی اچھائی معاشرے کے حسن کی ضمانت ہے تو فسادی معاشرے میں پلنے بڑھنے والے افراد اس کی ترقی میں

---

[26] M. Mazahar uddin Siddique, *Islam Mein Hasiyat e Niswa* (Lahore: Matboaat e Idara Saqafat e Islamiyah, 1953). 40.
[27] Al-Quran 66:05
[28] Prof. Syed Atta UlLah Hussaini, *Islami Nizam* (Karachi: Girdayzi Publishers, 1399). 243.

نہیں بربادی میں حصہ دار ہوں گے۔ "اگرچہ تہذیب و تمدن کی بین النسلی ترسیل اور ذہن و کردار کی تشکیل کا عمل خاندان کی روزمرہ کی زندگی سے شروع ہوتا ہے۔ مگر ان عوامل کی صورت اور اثر خاندانی زندگی کے اس ماحول اور فضا پر منحصر ہوتے ہیں جو معاشرے کے مروجہ اقدار، عقائد، نظریات، خیالات، رویوں اور تعلقات وغیرہ نے بالغ اور بزرگ نسلوں کے ذہن و فکر، عادات و کردار، چال چلن اور خصائل میں پیدا کر دیئے ہیں، جن کا مظاہرہ وہ اپنی روزمرہ کی خاندانی زندگی، چال ڈھال، میل جول اور شعوری اور غیر شعوری تعلیم و تربیت، اثر و رسوخ اور مثال اور انتباہ سے ہر وقت نئی نسلوں کے سامنے پیش کرتے ہیں۔"[29]

مندرجہ بالا نکات اس امر کے غماز ہیں کہ جس طرح درخت کے تناور ہونے کی وجہ سے اس کی جڑیں مضبوط ہو جاتی ہیں اسی طرح معاشرے کے استحکام کا انحصار خاندان کے مضبوط ہونے پر ہے۔ اگر خاندان اپنی ذمہ داری درست انداز سے ادا کریں تو معاشرہ میں خود بخود رذائل کو روکنے کی صلاحیت پیدا ہو جائے گی۔ یہی وہ بنیادی فرائض ہیں جنہیں خاندان نے اس فکر و جذبہ کے تحت ادا کرنا چھوڑ کر اس کی ذمہ داری اسکول و دیگر اداروں کو سونپ دی ہے، جس سے اس خام خیالی کا شکار ہیں کہ ان کے سر پر سے ذمہ داری کا بوجھ دور ہو گیا ہے، جب کہ یہی وہ غلطی ہے جس کا خمیازہ معاشرے کو بھگتنا پڑتا ہے۔ خاندان کا کردار جو اسلام نے اس پر عائد کردہ فرائض کی صورت میں پیش کیا ہے اس پر عمل ہی ان تمام تر برائیوں کا سد باب ہے۔

بے راہ روی کا سد باب اور اسلامی تعلیمات:

اسلام کے حسن و خوبصورتی کی ایک مثال جرائم کی روک تھام میں اس کے متعلقہ ابتدائی علامت کے وقت ہی تنبیہ کر دینا ہے۔ مثلاً راہ میں گری ہوئی شئے ملنے پر اگر اٹھالیا تو اس کو مالک تک پہنچانے کا حکم ہے۔ جب ملی شئے پر اس قدر اہتمام و ذمہ داری عائد کر دی گئی ہے۔ تو دیگر کی اہمیت خود بخود واضح ہو گئی۔ اسلام نے بے راہ روی کی روک تھام کے لیے اس کے ابتدائی اسباب اختیار کرنے سے بھی روکا ہے۔ چونکہ اغواء اور زنا بالجبر جیسے گناہوں کی ابتدا فحش و عریانیت ہے تو ابتداء ہی میں منع کر دیا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

''قُلْ إِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْإِثْمَ وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ''[30]

"کہہ دو کہ میرے پروردگار نے تو بے حیائی کی باتوں کو ظاہر ہوں
یا پوشیدہ اور گناہ کو اور ناحق زیادتی کرنے کو حرام کیا ہے۔"

---

[29] Mazahur Ul Haq Khan, *Pardah Aur Tadud e Azwaj* (Gujrawala: Ilam o Tarqiyaat, 1975)., 1975, 49.
[30] Al-Quran 07:23

اس آیت میں واضح بیان کر دیا گیا ہے کہ فحش کام چاہے ظاہری ہو یا ذہن میں پلنے والے پلید خیالات، سب باتوں سے روکا گیا ہے یہاں تک کہ "نمائش حسن، بے پردگی، اختلاط، الفاظ و مکالمات، حرکات و اشارات، ہنسی اور مذاق، میک اپ اور لوگوں کو آمادہ کرنا، یہ سب افعال فواحش میں آتے ہیں۔ ان میں سے بعض خفیہ ہیں اور بعض ظاہری ہیں۔ بعض دل میں ہوتے ہیں اور بعض اعضاء سے ہوتے ہیں، یہ تمام فواحش کسی بھی معاشرے کے لئے سم قاتل ہوتے ہیں اور کسی سوسائٹی کا اجتماعی وجود ان کے ذریعے کھوکھلا ہو جاتا ہے۔ افراد معاشرہ کے دل گندے ہوتے ہیں اور ان کی ترجیحات حقیر ہوتی ہیں۔"[31] ایک لمحے کی سرزنش سے ہی تباہ کن اثرات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ یہاں تک کہ "کسی پر لگائے ہوئے الزام کی بلا تحقیق تشہیر کرنا، برائیوں اور فواحش کے خلاف نفرت کی جو دیوار اسلام نے قائم کر دی ہے اس میں رخنہ اندازی کی قولاً، فعلاً کوشش کرنا۔ ایسی کتابیں لکھنا جن سے شہوانی جذبات میں تحریک ہو، ایسے گانے، ایسی تصاویر، ایسے ڈرامے، ایسی فلمیں جن سے نوجوانوں میں شرم و حیاء کا جذبہ کمزور ہو تا جائے، سب اس میں شامل ہیں۔"[32] ان ابتدائی مرحلوں میں کی گئی روک تھام ہی معاشرتی بے راہ روی کے سدباب میں اہم قدم ہے، جب کہ اہل ایمان کو خصوصی خطاب کر کے بے حیائی و فحش کاموں کو شیطان کی روش قرار دیا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ وَمَن يَتَّبِعْ خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ فَإِنَّهُ يَأْمُرُ بِالْفَحْشَاءِ وَالْمُنكَرِ وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ مَا زَكَىٰ مِنكُم مِّنْ أَحَدٍ أَبَدًا وَلَٰكِنَّ اللَّهَ يُزَكِّي مَن يَشَاءُ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ"[33]

"اے مومنو! شیطان کے قدموں پر نہ چلنا۔ اور جو شخص شیطان
کے قدموں پر چلے گا تو شیطان تو بے حیائی (کی باتیں) اور برے
کام ہی بتائے گا۔ اور اگر تم پر خدا کا فضل اور اس کی مہربانی نہ ہوتی
تو ایک شخص بھی تم میں پاک نہ ہو سکتا۔ مگر خدا جس کو چاہتا ہے
پاک کر دیتا ہے۔ اور خدا سننے والا (اور) جاننے والا ہے۔"

گویا کہ شیطان کے حربوں میں سے اک بے حیائی کی ترغیب دینا ہے

[31]Syed Qutub Shaheed, *Tafseer Fi Zallaul Quran*, trans. Syed Maroof Shah Sherazi, Second, vol. 2 (Lahore: Idarah Manshoraat e Islami, 1997).1100.
[32]Peer M. Karam Shah al Azhari, *Zia Ul Quran*, vol. 3 (Lahore: Zial ul Quran Publications, 1399). 1710-1711.
[33]Al-Quran 24:21

،چاہے وہ اخلاق، عملی یا علمی ہو، ہر طرح سے تمام وسائل کو استعمال کرتے ہوئے شیطان وار کرتا ہے۔ دراصل یہاں "آیت کے الفاظ فحش پھیلانے کی تمام صورتوں پر حاوی ہیں ۔ ان کا اطلاق عملاً بدکاری کے اڈے قائم کرنے پر بھی ہوتا ہے اور بداخلاقی کی ترغیب دینے والے اور اس کے لئے جذبات کو اکسانے والے قصوں، اشعار، گانوں، تصویروں اور کھیل تماشوں پر بھی۔ نیز وہ کلب اور ہوٹل اور دوسرے ادارے بھی ان کی زد میں آجاتے ہیں جن میں مخلوط رقص اور مخلوط تفریحات کا انتظام کیا جاتا ہے ۔ قرآن صاف کہہ رہا ہے کہ یہ سب لوگ مجرم ہیں۔"[34] ایک اور جگہ شیطان کے وار کو اللہ تعالیٰ یوں بیان فرماتے ہیں کہ:

"الشَّيْطَانُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَيَأْمُرُكُم بِالْفَحْشَاءِ وَاللَّهُ يَعِدُكُم مَّغْفِرَةً مِّنْهُ وَفَضْلًا وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ۔"[35]

"(اور دیکھنا) شیطان (کا کہنا نہ ماننا وہ) تمہیں تنگ دستی کا خوف دلاتا اور بے حیائی کے کام کرنے کو کہتا ہے۔ اور خدا تم سے اپنی بخشش اور رحمت کا وعدہ کرتا ہے۔ اور خدا بڑی کشائش والا (اور) سب کچھ جاننے والا ہے۔"

دین اسلام نے ہر اس شیطانی وار و حربے سے باخبر کیا ہے جو معاشرت کے تنزل کا سبب بنتا ہے، کیونکہ بے حیائی اور فحاشی سے نہ صرف معاشرہ گندگی کا شکار ہو جاتا ہے بلکہ انسان کی بہت سے تخلیقی صلاحیتوں کو بھی کمزور کر دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر زمانے میں اس کے سدباب کی کوششیں برابر جاری رہی ہیں تاکہ معاشرہ صالح اور پرامن رہے۔

خاندان اور جنسی بے راہ روی کا سدباب:

اللہ تعالیٰ نے انسانی زندگی کے ہر عمر و حصہ کے تقاضوں کو قرآن حکیم میں اصولی طور پر بیان فرمایا جس میں خصوصی

---

[34] Abu ul Alaa Modudi, *Tafheem Ul Quran*, vol. 3 (Lahore: Idarah Tarjuman ul Quran, 1971). 370-371.
[35] Al-Quran 02:268

طور پر بے حیائی اور فحش کاموں سے تنبیہہ کرنا بھی شامل ہے۔ انفرادی کوشش کے ساتھ بے حیائی کی روک تھام میں بنیادی کردار خاندان کا ہے کیونکہ یہ وہ پہلی درسگاہ ہے جہاں اولاد تربیت پاکر معاشرے میں اترتی ہے۔ دوسری جانب بے حیائی کے سدباب کے لئے اللہ تعالیٰ اور رسول اکرم ﷺ نے نکاح کو آسان فرمایا ہے، تاکہ ابتداء ہی خاندان کی ایسے افراد سے ہو جو باحیاء وعفت و پاکیزگی کا مظہر ہوں۔ یوں نکاح دراصل جنسی بے راہ روی پر کاری ضرب ہے اور معاشرتی پاکیزگی کا خوش آئند تعلق ہے۔ سید قطب شہید اپنی کتاب "معالم فی الطریق" میں خاندان کے کردار کو الفاظ کا جامہ پہناتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

"ان خط التقدم الانسانی یسیر فی اتجاه الضبط، للنزوات الحیوانیة، وحصرها فی نطاق الاسرة علی اساس الواجب لتؤدی بذلک وظیفة انسانیة لیست اللذة غایتها، وانما هی اعداد جیل انسانی یخلف الجیل الحاضر فی میراث الحضارة الانسانیة التی یمیزها بروز الخصائص الانسانیة۔۔ولا یمکن اعداد جیل یترقی فی خصائص الانسان، و یبتعد عن خصائص الحیوان، الافی محضن اسرة محوطة بضمانات الامن والاستقرار العاطفی،وقائمة علی اساس الواجب الذی لا یتارجح مع الانفعالات الطارئة۔ وفی المجتمع الذی تنشئه تلک التوجیهات والایحاءات الخبیثة المسمومة، والذی ینحسر فیه المفهوم الاخلاقی، فیتخلی عن کل آداب الجنس، لا یمکن ان یقوم ذلک المحضن الانسانی۔۔"[36]

"ترقی انسانی کی شاہراہ طے کرنے کے لیے اولین شرط یہ ہے کہ حیوانی جذبات پر کنٹرول ہو، اور وہ فرض کی بنیاد پر کنبے ہی کے دائرے میں محصور رہیں۔ کیونکہ اسی طرح وہ انسانی ڈیوٹی انجام پاسکتی ہے، جس کی غایت لذت اندوزی نہیں، بلکہ ایک ایسی انسانی نسل تیار کرنی ہے جو تہذیب انسانی کے سلسلے میں موجودہ نسل کی سچی جانشین ہوسکے، یعنی وہ حیوانی صفات سے گریزاں، انسانی خصوصیات کی قدرداں، اور جان ودل سے اس کی نمود و ترقی کے لیے کوشاں ہو۔ ظاہر ہے کہ ایسی نسل کی اٹھان ایک ایسے ہی کنبے کی آغوش میں ممکن ہے جو جذباتی سکون وعافیت کی فصیل میں محفوظ ہو، اور وقتی تاثرات وانفعالات کے ساتھ ساتھ

[36] Syed Qutub Shaheed, *Ma'alim Fil Tareeq* (Beruit: Darul Shurooq, 1979). 114.

جھولتا نہ ہو۔ تم خود غور کرو، ایک ایسا معاشرہ جس میں اخلاقی تصور دم توڑ چکا ہو، جہاں سے جنسی آداب کا جنازہ اٹھ چکا ہو، اور جو شر پسند عناصر کی خبیث و مسموم ہدایات کی روشنی میں پروان چڑھ رہا ہو، کیا ایسا معاشرہ بھی وہ انسانی آغوش فراہم کر سکتا ہے؟ نہیں ہرگز نہیں۔"

انسان میں موجود ان جنسی جذبات کا خاتمہ ہرگز اسلام یا اس کی تعلیمات کا مقصود نہیں ہے بلکہ دراصل ان جذبات کے جائز و حلال حصول کی جانب راغب کرنا اصل ہے۔ جیسے خاندان کی بدولت باحیاء معاشرے کا وجود ممکن ہے وہیں اگر معاشرہ پاکیزہ نہ ہو، بے راہ روی، اخلاقی استحصال عام ہو وہاں پر خاندان کے لئے حسن اخلاق کے ساتھ پروان چڑھنا ممکن نہیں رہتا ہے۔ خاندان اور معاشرے کا آپس میں یہ گہرا ربط ہے، جس سے ایک کے خراب ہونے سے دوسرا بھی گندگی میں نظر آئے گا۔ یہی جراثیم خاندان اور معاشرے کو گھن کی طرح چاٹ جاتے ہیں تا وقتیکہ اس کی بنیادیں نہ ہل جائیں، سید قطب شہید اسی ربط کو ظاہر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

"فحاشی کے کیچڑ میں کوئی پاکیزہ خاندان اور پاکیزہ معاشرہ پروان نہیں چڑھ سکتا۔ فحاشی ظاہری ہو یا خفیہ اور باطنی ہو اس لئے کہ اسلام عفت اور پاکیزگی کو بہت اہمیت دیتا ہے۔ جو طبقات بھی فحاشی پھیلاتے ہیں ان کا مقصد دراصل یہ ہوتا ہے کہ خاندانی نظام اور معاشرہ کمزور ہو جائیں، ان کی بنیادیں ہل جائیں اور آخر کار وہ معاشرہ دم توڑے۔"[37]

مزید برآں تاریخ کی اہم اقوام کے تنزل کا اک سبب فحاشی و عریانی کا عام ہونا بھی رہا ہے۔ کیونکہ فحاشی ایک ایسے موذی مرض کی طرح ہے جو اندر ہی اندر جسم کو ختم کرنے کے بعد آخری مرحلوں میں احساس دلاتا ہے کہ تباہ ہونے کی وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے۔ یہ شیطان کا ایک ایسا دلفریب و دلکش فریب ہے جس کے جھانسے میں آنے کے بعد بھی انسان کو لگتا ہے کہ وہ ٹھیک ہے، ان سے حفاظت ہی جذبات حیوانی کی روک تھام کا باعث ہیں۔ سید قطب شہید معاشروں کی تباہی کی وجہ تحریر کرتے ہیں کہ:

"جس سوسائٹی میں فحاشی پھیل گئی ہے وہ سوسائٹی بھی مردہ

[37] Syed Qutub Shaheed, *Tafseer Fi Zallaul Quran*., 1100.

سوسائٹی ہے اور اس نے آخر کار ہلاک و برباد ہونا ہے۔ یونانی تہذیب، رومی تہذیب اور فارسی تہذیب کی تباہی اسی بیماری یعنی فحاشی کی بیماری کی وجہ سے وقوع پذیر ہوئی۔ یہ تاریخی تباہیاں بتاتی ہیں کہ کسی تہذیب کی بربادی اور ہلاکت کی پہلی علامت فحاشی ہوتی ہے۔"[38]

اس فحاشی کی ترغیب وترہیب کا پہلا ادارہ خاندان ہے، جس کی بدولت ہی انسان انسان بن کر رہ سکتا ہے۔ ورنہ شیطان کا وار اسے کبھی چھوڑنے والا نہیں ہے۔

عصر حاضر اور اقدامات:

خاندان کی اہمیت و کردار کو مدنظر رکھتے ہوئے عصر حاضر میں رذائل کے سدباب کے لئے اسی بنیادی ادارے کو ٹھوس ومثبت لائحہ عمل طے کرنے کی ضرورت ہے، اپنی سوچ وفکر کو قلب وروح کی گہرائیوں تک ان بنیادی اسلامی تعلیمات کی جانب مبذول ومتوجہ کرنا لازم ہے۔ ورنہ آنے والے حالات وواقعات خاندان کے نظام کو سنبھال نہ پائیں گے۔ اس ضمن میں خاندان عمومی اور والدین خصوصی طور پر درج ذیل تجاویز کو اپنی سوچ وعمل کا جز بنالیں تو شاید ہم اس نظام کو ٹوٹنے سے اور معاشرے کو بے حیائی اور جنسی درندگی سے پاک کرسکیں س:

- والدین اپنی اولاد کے ساتھ خصوصی تعلق کو پروان چڑھائے ہیں، ایسا تعلق جس کی موجودگی میں اولاد تنہائی کا شکار نہ ہو۔
- اولاد میں اللہ تعالیٰ کی انسان سے محبت کو اجاگر کیا جائے اور اس کا شہ رگ سے قریب تر ہونے کا احساس دلایا جائے جو ان میں خدا خوفی اور نیتوں کے تحفظ کا ذریعہ ہے۔
- والدین اولاد کو اعتماد کا وہ اعلیٰ معیار دیں جو انہیں اپنی اہمیت وناز کرنے کی وجہ بنے کیونکہ اہم ہونا ہر شخص کی بنیادی ضرورت ہے اگر وہ ضرورت گھر میں پوری نہ ہو تو پھر کسی بھی فرد سے ملنے والی بے جا اہمیت کی جانب مبذول ہوکر اولاد غلط راہ پر چل پڑتی ہے۔
- شرم وحیا کو پروان چڑھائے، عمومی فطرت شرم کو جب تک شعور وفکر کے ساتھ نشوونما نہ دی جائے حیا کا عنصر پیدا نہیں ہوتا بلکہ مفقود ہوتا چلا جاتا ہے۔

[38]Syed Qutub Shaheed. 1101.

- اپنی حفاظت کے زمرے میں انہیں ان صلاحیتوں سے مبراء کریں جن کے استعمال سے وہ اپنا تحفظ کر سکیں مثلاً خصوصی جسمانی اعضاء کا تحفظ، جان کی حفاظت کے لیے مارشل آرٹس وغیرہ۔
- تعلیم و تربیت میں ریاستی اور انفرادی سطح پر نفس کو بحیثیت مضمون شامل کریں، عمر و وقت کی مناسبت سے اولاد اور تعلیمی ادارے انسانی جسم میں ہونے والی تبدیلیوں سے آگاہ کرتے ہوئے اس کی حفاظت و نگہداشت پر خصوصی توجہ دیں۔

خلاصہ:

معاشرے کی بنیادی و اہم اکائی خاندان کو اسلام نے خصوصی حیثیت دیتے ہوئے نہ صرف اس کے اجزائے ترکیبی کو بیان فرمایاہے بلکہ ان کے حدود و فرائض کا تعین کرکے اس کو معاشرتی استحکام میں لازم قرار دیاہے۔یہی وجہ ہے کہ اس کی ابتدا نکاح جیسے مقدس و باحیاء عقد سے کی گئی ہے، جس میں پاکیزگی کے ساتھ ہم آہنگی کا ہونا بھی لازمی ہے تاکہ یہ پر امن معاشرے کے قیام کا سبب بنے نہ کہ ایک بجبر و ظلم پر مبنی معاشرتی اکائی۔اسی زوجین کے مابین بہترین تعلق کے بعد اگلہ مرحلہ اولاد کی نعمت سے مزین ہوتے ہی والدین کا ہے، اسی سے معاشرت کو وسعت ملتی ہے۔والدین کی ذمہ داریوں میں جہاں افزائش نسل شامل ہے وہیں تعلیم و تربیت دینا، تہذیبی ورثہ کا منتقل ہونا اور تعلقات کی بنیاد بننا بھی موجود ہیں۔ان ذمہ دراریوں کو بخوبی ادا کرتے ہوئے ہی والدین معاشرے میں بڑھتی ہوئی بے حیائی، بے راہ روی کا سد باب کر سکتے ہیں۔ خاندان وہ بنیادی ادارہ ہے جہاں سے تربیت کے اہم مقاصد کو حاصل کرتے ہوئے انہیں نہ صرف کار آمد بنایا جاسکتاہے بلکہ برائی کی روک تھام میں بھی اہم کردار ادا کیا جاسکتاہے۔بے راہ روی کے سد باب میں ایک اور اہم قدم انفرادی، اداراتی اور ریاستی سطح پر علم النفس بحیثیت مضمون شامل کرنا بھی ہے۔ اگر ان اہم نکات کے تحت ہر فرد خاندان میں اپنی ذمہ داریوں کو ادا کرتا رہے تو نہ صرف یہ خاندانی نظام کے استحکام کا سبب بنے گا بلکہ معاشرہ بے راہ روی کی جانب گامزن ہونے سے بھی محفوظ و مامون رہے گا جو عصر حاضر کی اہم ضرورت ہے۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution-NonCommercial-ShareAlike 4.0 International (CC BY-NC-SA 4.0)